Advance Social Science Archive Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.3 No.1,January-March,2025.Page No.2033-2042
Print ISSN: 30062497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A CRITICAL ANALYSIS OF THE UNIQUE INTERPRETATIONS OF WORSHIP BY EXEGETES IN URDU TAFSIR LITERATURE

اردو تفاسیر میں مفسرین کے عبادات سے متعلق تفردات کا ناقدانہ جائزہ

Abdul Satar	Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, UOS
Dr. Farhat Naseem Alvi	Chairperson, Department of Islamic Studies, UOS

ABSTRACT

In all religions, after beliefs (creed), the greatest importance is given to worship. In fact, both are inseparably linked one cannot be separated from the other. However, it is true that in terms of rank, one holds precedence over the other. Belief is the motive, cause, and reason behind worship, while worship is its nourishment.That is why it is often observed that the deficiency or weakness in a person's worship indicates a corresponding weakness in their belief, even if their self-deceiving nature refuses to accept it. Belief is like a tree, and worship is its fruit and a tree is known by its fruit.

Worship is the highest form of humility and reverence. Linguistically, the word "ʿIbādah" (worship) is derived from the Arabic root word 'ʿAbd', which means the utmost level of humility and submission. Imam Raghib al-Isfahani explains:

"Al-ʿIbādah ablagh minha li'annaha ghāyat al-tadhallul",which means: "Worship is the ultimate form of humility."

In Islamic legal terminology, worship refers specifically to an act performed with the belief that the one to whom it is directed is divine (worthy of being worshipped), and it is done with the intention of expressing reverence, humility, and submission. The meaning of worship will be as defined in the Qur'an and Sunnah, and in the Qur'an and Sunnah, worship refers to servitude to Allah Almighty, which must be performed according to the way of His Prophet (ﷺ).

Keywords: Religions, Ibādah, worship, beliefs.

تمام مذاہب میں عقائد کے بعد سب سے زیادہ اہمیت عبادات کو دی گئی ہے، در حقیقت یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کرسکتے۔ یہ اور بات ہے کہ رتبہ کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر تقدم حاصل ہے۔ عقیدہ عبادت کا محرک، اس کا سبب اور اس کی علت ہے، اور عبادت اس کی غذا۔ اسی لئے یہ برابر دیکھنے میں آتا رہتاہے کہ جتنی کمی یا کمزوری کسی شخص کی عبادت میں ہوتی ہے وہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس شخص کا عقیدہ بھی اتنا ہی کمزور ہے، خواہ اس کی فطرت کی خود فریبی اسے تسلیم کرنے سے کتنا ہی گریز کیوں نہ کرے، عقیدہ درخت ہے اور عبادت اس کا پھل، اور درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ عبادت عاجزی و تعظیم کی آخری حد ہے۔ لفظی معنیٰ کے اعتبار سے عبادت عربی زبان کے لفظ 'عبد' سے مشتق ہے اور اس کا معنیٰ آخری درجے کی عاجزی وانکساری ہے۔ امام راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں:" العبادة ابلغ منها لانهاغاية التذلل"۔[1] "عبادت

[1] ابوالقاسم، حسین بن محمد راغب اصفہانی، المفردات تحقیق: صفوان عدنان (بیروت: مکتبہ دارالقلم، 2015ء)، 395۔

عاجزی وفروتنی کی انتہا کا نام ہے"۔ اصطلاحی معنیٰ کے اعتبار سے شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں عبادت صرف ایسے فعل کا نام ہے جو کسی کی نسبت معبود ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کے لئے تعظیم، عاجزی اور فروتنی کے اظہار کی خاطر صادر ہو۔ قرآن مجید کے اسلوب پر ہم غور کریں تو" اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ"[2] ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ ہر طرح کی حمد وثنا کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا، بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے اور اس آیت سے بندوں کو سکھایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا اظہار یوں کرو کہ اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا مستحق صرف تو ہی ہے اور تیرے علاوہ اور کوئی اس لائق ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جا سکے اور حقیقی مدد کرنے والا بھی تو ہی ہے۔ تیری اجازت ومرضی کے بغیر کوئی کسی کی کسی قسم کی ظاہری، باطنی، جسمانی روحانی، چھوٹی بڑی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کلمہ پڑھ لینے کے بعد ان پر مختلف قسم کی عبادات کو فرض فرمایا ہے جس میں سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی اور دیگر عبادات شامل ہیں، اور پھر ان تمام کی تمام عبادات کے طور طریقے اور اور ان کے مقررہ اوقات وغیرہ بھی اپنے آخری پیغمبر جناب محمدؐ کے ذریعے ہمیں سکھلائے ہیں، اور عبادت کی قبولیت کے لئے یہ شرط بھی عائد فرمائی ہے کہ عبادت صرف اور صرف وہ قبول ہو گی جو اسوہ رسول ﷺ کے مطابق ہو گی ۔"وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا"[3] آپ کے رب نے فیصلہ فرمادیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔" اور اسی طرح "نَعۡبُدُ اِلٰـہَکَ وَ اِلٰـہَ اٰبَآئِکَ اِبۡرٰہٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ"[4] " ہم عبادت کریں گے، آپ کے الہ کی اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق کے الہ کی۔ قرآن مجید کے یہ چند ایک وہ مختلف مقامات ہیں جہاں پر اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کا مقصد اپنی عبادت بیان کیا ہے اور عبادت کا معنیٰ وہی ہو گا جو قرآن وسنت میں موجود ہے اور قرآن وسنت میں عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے جو اس کے نبیؐ کے طریقے کے مطابق کی جائے گی۔

نماز سے متعلق تفردات اور اس کا ناقدانہ جائزہ

قرآن مجید کے بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا تذکرہ فرمایا ہے جو کہ جن وانس کی تخلیق کا مقصد حقیقی بھی ہے جب کہ تفردات کے حاملین نے عبادت کا معنیٰ ومفہوم، اور عبادت کی تعبیر وتشریح ایسی کی ہے جو کہ جمہور آئمہ دین اور سلف صالحین کے نہ صرف مخالف ہے بلکہ سرے سے دین اسلام کی شکل کو بگاڑ دینے کے مترادف ہے۔ ان کے نزدیک اقامت صلوۃ سے مراد ایسے نظام یا معاشرہ کا قیام ہے جس میں قوانین خداوندی کا اتباع کیا جائے تو آیئے ہم ذیل میں ایسے مفسرین کا تذکرہ کرتے ہیں جن کا کہنا یہ ہے کہ مسلمانوں میں پانچ نمازوں کا تصور حدیث کی بعد میں اٹھنے والی لہر کا نتیجہ ہے قرآن میں یہ کہیں مذکور نہیں نمازوں کو بلا کسی تبدیلی ومتبادل کے پانچ مقرر کرنا پیغمبر اسلام کے زمانے کے بعد کی ایجاد ہے نمازیں بنیادی طور پر تین تھیں، لیکن نمازوں کو پانچ قرار دینے کے تصور کی تائید میں گردش میں آنے والی حدیث کی لہر اس حقیقت کو بہا لے گئی۔[5] خدا کے نظام ربوبیت کے قیام کے لئے، ایمان کے بعد، دوسری کڑی یہ ہوتی ہے کہ اس معاشرہ میں ایسی فضا پیدا کی جائے، جس سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یہی تصور آنکھوں کے سامنے رہے، اس کا نام قرآن کی اصطلاح میں اقامت صلاۃ ہے،[6] قرآن مجید کی ایک خاص اصطلاح 'اقامت صلاۃ' ہے جس کے عام معنیٰ نماز پڑھنا یا نماز قائم کرنا لئے جاتے ہیں، لفظ صلاۃ کا مادہ (ص۔ل۔و) ہے جس کے معنیٰ، کسی کے پیچھے پیچھے چلنے کے ہیں اس لئے صلاۃ میں قوانین خداوندی کے اتباع کا مفہوم شامل ہے، اس کے علاوہ اقامت صلاۃ کا مطلب یہ ہو گا

---

[2] الفاتحہ 1: 5۔

[3] الاسراء 17:23۔

[4] البقرۃ 2: 133۔

[5] ڈاکٹر فضل الرحمن، اسلام (لندن: یونی ورسٹی آف شکاگو، 2002ء)، 28۔

[6] غلام احمد پرویز، نظام ربوبیت (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1999ء)، 147۔148۔

کہ ایسانظام یامعاشرہ کاقیام جس میں قوانین خداوندی کی اتباع کی جائے، یہ اس اصطلاح کا وسیع اور جامع مفہوم ہے[7] تفردات کے حاملین کا یہ موقف قرآن وسنت کی نصوص سے متصادم ہے کیونکہ نماز ہی وہ عبادت ہے جو بندے اور کفر کے درمیان حد فاصل ہے جب نماز کا ہی انکار کر دیا جائے تو پھر اسلام کی ساری عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ناقدین نے تفردات کے حاملین کا نقد کرتے ہوئے قرآن وسنت سے دلائل ذکر کئے ہیں ناقدین کے نزدیک اقامت دین کے مفہوم کو "اقامت صلاۃ" کا نام دیتے ہوئے، اسے ایک وسیع نظام (نظام ربوبیت) قرار دینا، قرآن کریم کی ان آیات سے صریحا ٹکراتا ہے جن میں اقامت صلوۃ کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے۔ یہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر منکرین حدیث کی اس جسارت پر غور کریں کہ وہ نماز پڑھنے کا مذاق اڑاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نماز جو آج مسلمان پڑھ رہے ہیں، یہ سرے سے وہ چیز ہی نہیں ہے جس کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے، ان کا موقف ہے کہ قرآن مجید تو اقامت صلاۃ کا حکم دیتا ہے، اس سے مراد نماز پڑھنا نہیں بلکہ نظام ربوبیت قائم کرنا ہے۔ اب ذرا ان سے پوچھئے کہ وہ کونسا نرالہ نظام ربوبیت ہے جسے یا تو طلوع آفتاب سے پہلے قائم کیا جاسکتا ہے یا پھر زوال آفتاب کے بعد کچھ رات گزرنے تک؟ اور وہ کونسا نظام ربوبیت ہے جو خاص جمعہ کے دن قائم کیا جانا مطلوب ہے؟" يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ۔۔۔۔۔ تَعْلَمُوْنَ" اور نظام ربوبیت کی آخر وہ کونسی خاص قسم ہے کہ اسے قائم کرنے کے لئے آدمی کھڑا ہو تو پہلے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دھولے اور سر پر مسح کر لے ورنہ وہ اسے قائم نہیں کر سکتا؟" اِذَا قُمتُم اِلَی الصَلاۃِ" اور نظام ربوبیت کے اندر آخر یہ کیا رخصت ہے کہ اگر آدمی حالت جنابت میں ہو تو جب تک غسل نہ کر لے، اسے قائم نہیں کر سکتا؟" يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُواالصَّلٰوةَ۔۔۔ وَلَاجُنُبًا "اور یہ کیا معاملہ ہے کہ اگر آدمی عورت کو چھو بیٹھا اور پانی نہ ملے تو اس عجیب وغریب نظام ربوبیت کو قائم کرنے کے لئے اسے پاک مٹی پر ہاتھ مار کر اپنے چہرے اور منہ پر ملنا ہو گا "أَوْلَامَسْتُمُ النِّسَاء" پھر یہ کیا لطف ہے کہ اگر جنگ کی حالت ہو تو فوج کے آدھے سپاہی ہتھیار لئے ہوئے، امام کے پیچھے نظام ربوبیت قائم کرتے ہیں اور آدھے دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہیں۔[8] پرویز صاحب کے حوالے سے مولانا عبد الرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں آپ صلوۃ کو نماز کہنے کو غلط سمجھتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مجوسیوں کا ہے۔ آپ نماز کی بجائے قیام صلوٰۃ کی اصطلاح تجویز فرمایا کرتے ہیں۔ اس اصطلاح سے آپ کی مراد وہ اجتماعیات موقتہ ہیں جو نظام ربوبیت کی یاد میں بپا کئے جاتے ہیں یہ کتنے عرصے بعد ہونے چاہیں یا دن میں کتنی بار ہوں؟۔ یہ بات آپ نہیں بتایا کرتے نیز پرویز صاحب فرماتے ہیں "کہ نماز میں قیام رکوع سجود اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان اجتماعیات کرنے والوں کے سینوں میں جذبات کا تلاطم اٹھ رہا ہوتا ہے۔ لٰہذا ان کو اظہار جذبات کے طور پر ایسے کام کرنا پڑتے ہیں۔[9] اس تفردانہ موقف کا رد کرتے ہوئے علمائے محققین نے دلائل سے نقد پیش کیا ہے تفردات کے حاملین صلوۃ کو نماز کہنے سے گریز کرتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ مجوسیوں کی اصطلاح ہے اس اصطلاح سے مراد وہ اجتماعیات موقتہ ہیں جو نظام ربوبیت کی یاد میں بپا کئے جاتے ہیں۔ یہ کتنے عرصے بعد ہونے چاہیں یا دن میں کتنی بار ہوں؟۔ یہ بات وہ ذکر نہیں کرتے نیز ان کا موقف یہ بھی ہے کہ نماز میں قیام رکوع سجود اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان اجتماعیات کرنے والوں کے سینوں میں جذبات کا تلاطم اٹھ رہا ہوتا ہے۔ لہذا ان کو اظہار جذبات کے طور پر ایسے کام کرنا پڑتے ہیں۔[10] انہوں نے نماز کے مختلف معانی بیان کر کے نماز کو عبادت کی بجائے سرے سے معاشرتی ارتقاء کا نام دیا ہے مثلا نماز سے مراد اقامت صلوٰۃ، صلاۃ بمعنیٰ صراط مستقیم پر چلنا، صلوٰۃ بمعنیٰ اطعام مسکین، صلوٰۃ بمعنیٰ تشکیل معاشرہ برقوانین الٰہیہ، اور کبھی اقامت صلاۃ سے مراد باہمی تعاون ذکر کیا ہے "[11] مزید لکھتے ہیں:" خدا

---

[7] پرویز، قرآنی فیصلے، 1: 7۔

[8] مولانا مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1949ء)، 3: 234۔

[9] کیلانی، آئینہ پرویزیت، 819۔

[10] کیلانی، آئینہ پرویزیت، 819۔

[11] غلام احمد پرویز، سلیم کے نام خطوط (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1999ء)، 1: 167۔

کے نظام ربوبیت کے لئے ایمان کے بعد دوسری کڑی یہ ہوتی ہے کہ اس معاشرہ میں ایسی فضا پیدا کی جائے، جس سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یہی تصور آنکھوں کے سامنے رہے اس کا نام قرآن کی اصطلاح میں اقامت صلاۃ ہے۔"[12]

نماز سے متعلق بحث کا تجزیہ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ صمدیت میں اس کی بے پناہ جود و کرم اور فضل و رحمت کی خیرات طلب کرنے کے لئے کمال خشوع و خضوع کے ساتھ سر تاپا التجا بنے رہنے اور اس کی بندگی بجالانے کو صلوٰۃ اور تسبیح و تمہید میں مصروف نظر آتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ۔"[13]

کیا تم نے نہیں دیکھا آسمان و زمین کا سب کچھ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور پرندے بھی فضاؤں میں پر پھیلائے ہوئے اسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں، ہر ایک اللہ کے حضور اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے۔ نماز دین اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد یہ رکن اہم ترین ہے۔ اس کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، جو شب معراج کے موقعہ پر فرض کی گئی۔ قرآن مجید کے متعدد مقامات پر صیغہ امر کے ساتھ صریحا نماز کا حکم وارد ہوا ہے چند آیات ملاحظہ ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:" وَأَقِيمُواْ الصَّلَاةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ۔"[14]"اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ " ارشاد خداوندی ہے:وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي[15] اور میری یاد کی خاطر نماز قائم کرو۔ اسی طرح بے شمار احادیث نبویہؐ میں بھی نماز کی اہمیت و فضیلت کے ساتھ ساتھ تارک نماز کے لئے بے شمار وعیدوں کو بھی ذکر کیا گیا ہے مندرجہ بالا دلائل سے ہم اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ تفردات کے حاملین نے قرآن مجید میں وارد لفظ صلوٰۃ کے جو معانی بیان کئے ہیں اس میں انہوں نے نماز کے مختلف معانی بیان کر کے نماز کو عبادت کی بجائے سرے سے معاشرتی ارتقاء کا نام دیا ہے وہ نماز سے مراد اقامت صلوٰۃ، صلاۃ بمعنیٰ صراط مستقیم پر چلنا، صلوٰۃ بمعنیٰ اطعام مسکین، صلوٰۃ بمعنیٰ تشکیل معاشرہ بر قوانین الٰہیہ، اور کبھی اقامت صلاۃ سے مراد باہمی تعاون ذکر کیا ہے اور ان کے نزدیک خدا کے نظام ربوبیت کے لئے ایمان کے بعد دوسری کڑی یہ ہوتی ہے کہ اس معاشرہ میں ایسی فضا پیدا کی جائے، جس سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یہی تصور آنکھوں کے سامنے رہے اس کا نام قرآن کی اصطلاح میں اقامت صلاۃ ہے۔ ناقدین علما محققین نے تفردات کے حاملین کی طرف سے بیان کئے گئے تمام معانی و مفاہیم کا نقد کیا ہے کیونکہ ان کے بیان کردہ یہ معانی نماز کے متعلق اسلامی تعبیرات اور قرآن و سنت کی واضح نصوص قطعیہ کے مخالف ہیں لہذا منصفانہ تجزیہ سے جس نتیجے تک ہم پہنچتے ہیں وہ یہ ہے کہ تفردات کے حاملین کے پاس اپنے موقف پر کوئی دلائل نہیں ہیں، بلکہ صرف اور صرف قرآن و سنت کے فہم سے دوری یا ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے۔

حج کی ادائیگی سے متعلق تفردات اور اس کا ناقدانہ جائزہ

حج ارکان اسلامی میں سے ایک ایسا حکم ہے جسے زندگی بھر میں ایک مرتبہ ادا کرنا لازم ہے، نفس انسانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف راغب کرنے میں اور اس میں للّٰہیت کو فروغ دینے میں تقویٰ و تدین کے استحکام میں اپنے گھر بار کاروبار اور عزیز رشتہ داروں سے الگ ہو کر صرف اور صرف اللہ کی رضا جوئی کی خاطر حج کے سفر کو اختیار کرنے میں نیز اس صعوبت اور لمبے سفر کو عبادت جان کر طے کرنے میں خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے جبکہ تفردات کے حاملین کے پاس اس فریضہ کو ادا کرنے میں ہر صاحب مال واستطاعت کی بجائے صرف حکومت کی طرف سے طے کردہ لوگوں کو حج کی اجازت دینے کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک حج کا مفہوم یہ ہے کہ تمام دنیا کے انسان، بلا تفریق رنگ و نسل اور بلا امتیاز

---

[12] پرویز، سلیم کے نام خطوط، 1: 167۔

[13] النور، 24 : 41۔

[14] البقرہ، 2 : 43۔

[15] طہ، 20 : 14۔

وطن وزبان ، جو اس نصب العین پر ایمان رکھتے ہوں کہ دنیا میں کسی انسان کو دوسرے انسان پر حکومت کا حق نہیں ہے۔ محکومیت صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے قانون کی جائز ہے۔ اپنے اپنے ملکوں سے اپنے نمائندے چنیں، یہ نمائندے اپنے لوگوں میں سے ایک منتخب کردہ امیر کی زیر قیادت مرکز وحدت انسانیت یعنی کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوں، عرفات کے میدان میں ان تمام نمائندگان کا باہمی تعارف ہو، پھر یہ تمام امراء ملت اپنے میں سے ایک امیر الامراء منتخب کرلیں جو آئندہ سال کے لئے اصولی طور پر مشترکہ پالیسی اختیار کیا جائے اور جو امن وسلامتی انسانیت کا ضامن اور فلاح وسعادت آدمیت کا کفیل ہو۔ ان کا منتخب کردہ امام اپنے خطبہ حج میں اس پروگرام کا اعلان کردے، جو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد یہ تمام نمائندگان مقام منیٰ میں جمع ہو کر اس اصولی پروگرام کی تفصیلات وجزئیات پر غور کریں اور یہ سوچیں کہ ایک دوسرے کے ملک پر اس کا عملی اثر اور رد عمل کیا ہو گا۔ وہاں باہمی مذاکرات بھی ہوں گے اور دعوتیں اور ضیافتیں بھی جس کے لئے قربانی تجویز کی گئی ہے اس کے بعد یہ نمائندگان اپنے اپنے ملکوں کو واپس آجائیں اور اس طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے اپنے لوگوں کو چلائیں یہ ہے وہ عملی طریقہ جو قرآن کریم نے تمام نوع انسانی کو ایک امت واحد بنانے اور ان کے مسائل حل کرنے کے لئے تجویز کیا ہے۔[16] چونکہ تفردات کے حاملین کا یہ موقف قرآن وسنت کی نصوص صریحہ اور محدثین واسلاف امت کی تعبیر اسلام سے متصادم ہے اس لئے محققین علما نے اس موقف پر نقد کیا ہے ڈاکٹر محمد دین قاسمی کے مطابق تفردات کے حاملین کو حج کا نقشہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ یہ طریقہ حج دور حاضر کی اقوام متحدہ، یا لیگ آف نیشنز کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے، جس میں حج کی مناسک کی ادائیگی تو پس منظر میں چلی گئی ہے اور مختلف مسلم ریاستوں کی "نمائندہ کانفرنس" کا تخیل، حج کا مرکزی اور اساسی مقصد قرار پا گیا ہے، پھر اس نمائندہ کانفرنس کی غایت بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ باہمی مشاورت سے کوئی مشترکہ پالیسی طے کی جائے، اور پھر کسی دوسری جگہ جا کر، اس کی جزئیات وتفصیلات پر غور کرتے ہوئے، باہمی مذکرات کئے جائیں، آپس کی دعوتوں اور ضیافتوں کا اہتمام کیا جائے، تاکہ قربانی کے جانور ٹھکانے لگ جائیں اور اس طرح، لگے ہاتھوں" قربانی" کے حکم پر بھی عمل ہو جائے'[17] مزید لکھتے ہیں حج کا یہ نقشہ اس بات کو لازم کرتا ہے کہ حج افراد امت مسلمہ پر فرض نہیں ہے بلکہ یہ ان کے سربراہوں، حکمرانوں یا منتخب افراد پر عائد ہوتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے امت مسلمہ کے نمائندوں پر نہیں بلکہ خود لوگوں پر فرض کیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا لازم ہے ہر اس شخص پر جو حج کی استطاعت رکھتا ہو

ادائیگی حج سے متعلق بحث کا تجزیہ

حج دین اسلام کا ایک رکن ہے اور صاحب استطاعت پر فرض ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ------عَنِ الْعٰلَمِيْنَ"[18] " اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی کا انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا والوں سے بے نیاز ہے"۔ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا"بني الإسلام على خمس: شهادة ان لا اله الا الله وان محمداعبده ورسوله واقام الصلاة وايتاءالزكاة والحج وصوم رمضان "[19] اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا۔ زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کا روزہ رکھنا۔ حدیث جبرائیل جس کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے آپؐ نے اسلام کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا:" الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول اللهّ وتقيم الصلاة وتوتى الزكاة وتصوم رمضان وتحج البيت ان استطعت اليه سبيلا۔"[20] اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی

16 قاسمی، تفسیر مطالب الفرقان کا علمی وتحقیقی جائزہ، 1: 600۔

17 قاسمی، تفسیر مطالب الفرقان کا علمی وتحقیقی جائزہ، 1: 600۔

18 ال عمران 3:97۔

19 مسلم، الصحیح المسلم، رقم:45۔

20 بخاری، الصحیح البخاری، رقم:3۔

گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔اور نماز قائم کر۔زکوۃ ادا کر۔رمضان کے روزے رکھ اور اگر بیت اللہ کی طرف جانے کی طاقت ہے۔تو حج کر۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: " یاایھا الناس قد فرض اللہ علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل عام یا رسول اللہ فسکت حتی قالھا ثلا ثا فقال رسول اللہؐ لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم "[21]

'اے لوگو!تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کر دیا ہے: تم حج کرو۔ایک آدمی نے پوچھا: کیا ہر سال؟ آپؐ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ اس نے یہ کلمہ تین بار کہا تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔' ان آیات و احادیث صریحہ سے معلوم ہوا کہ صاحب استطاعت پر عمر میں ایک بار حج فرض ہے۔امام ابن قدامہ المقدسیؒ فرماتے ہیں۔

"وقد أجمعت الأمة على وجوب الحج على المستطيع مرة واحدة"[22] امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ صاحب استطاعت پر عمر میں ایک مرتبہ حج واجب ہے۔"اِنِ استَطَعتَ اِلَیهِ سَبِیلًا " کی تفسیر نبیؐ اور دیگر صحابہ کرام سے "الزادوالراحلہ [23]"یعنی سفر اور سواری مراد ہے۔"اس سے معلوم ہوا کہ جس آدمی کے پاس سامان سفر اور سواری کا انتظام موجود ہو اس پر حج فرض ہے اور جو آدمی طاقت کے باوجود حج نہ کرے وہ ایک فرض کا تارک ہے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:" من اطاق الحج فلم یحج ، فسواء علیہ یھودیا مات او نصرانیا۔" [24] ' جو آدمی حج کی طاقت رکھنے کے باوجود حج نہ کرے برابر ہے اس پر خواہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔' لہٰذا صاحب استطاعت آدمی بیت اللہ کا حج ضرور کرے اور کوشش کرے کہ استطاعت کی موجودگی میں جلد حج کرے کیونکہ موت کا علم کسی آدمی کو نہیں۔اس لیے اپنی زندگی میں اس فریضہ سے سبکدوش ہو جائے۔ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تفردات کے حاملین کا یہ موقف کہ حکومتی نمائندے یہ فریضہ ادا کریں یا پھر صرف منتخب لوگ یہ حج کا فریضہ ادا کریں یہ موقف دین اسلام کے سراسر خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں یہ حکم تمام لوگوں کے لئے عام ہے جو حج کی استطاعت رکھتے ہیں اس میں حکمران اور رعایا سبھی مسلمان سفر حج کی استطاعت رکھنے والے شامل ہیں۔حتیٰ کی فوت ہونے والے کی طرف سے میت کی اولاد کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ یہ فریضہ میت کی طرف سے اس کی اولاد ہونے کے ناطے سے ضرور ادا کریں۔کیونکہ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر یہ قرض باقی رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو ادا کر دیا جائے۔ لہٰذا نتیجہ بحث یہ ہے کہ فریضہ حج کی ادائیگی میں تفردات کے حاملین کا موقف سراسر بے بنیاد اور تعبیر اسلام سے کوسوں دور ہے۔

زکوۃ سے متعلق تفردات اور اس کا ناقدانہ جائزہ

دین اسلام کا ایک اہم رکن زکوۃ ہے جو سال کے بعد صاحب نصاب پر فرض کی گئی ہے،زکوۃ کا نصاب اور شرح ہمیشہ غیر متبدل رہی جب کہ جزیہ اور خراج کی شرح میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔مثلا حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں جزیہ کی شرح ایک دینار فی کس سالانہ تھی۔اور رقم ہر بوڑھے،بچے،عورت اور معذور سب سے بحساب مشترکہ وصول کی جاتی ہے۔حضرت عمر نے اس میں اصلاح کی،بوڑھے،بچوں اور معذوروں سے جزیہ ساقط کر دیا۔باقی غیر مسلم معاشرہ کے مالی لحاظ سے تین طبقے مقرر کئے،جن سے علی الترتیب 4 دینار،2 دینار،اور ایک دینار سالانہ کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا۔اسی طرح قبیلہ بنی تغلب کے عیسائیوں نے مسلمانوں سے درخواست کی،کہ ان سے خراج کی بجائے دوگنا عشر لیا جائے تو مسلمانوں نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس دور میں زکوۃ دین کا اہم رکن سمجھا جاتا تھا اور اس کے احکامات غیر متبدل تھے،جب کہ جزیہ اور خراج کی شرح میں تغیر و تبدل کیا جاتا تھا۔تفردات کے حاملین میں سے بعض لوگ زکوۃ کو ٹیکس کہتے ہیں اور ان کے نزدیک اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ان کے نزدیک زکوۃ ٹیکس ہے

---

[21] مسلم، الصحیح المسلم، رقم: 1337۔

[22] عبداللہ بن محمد ابن قدامہ، المغنی (ترکی: دار عالم الکتب، 1997ء)، 6: 5۔

[23] عماد الدین ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2010ء)، 1: 444۔

[24] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، 1: 415۔

جو حکومت مسلمانوں پر عائد کرکے اسے وصول کرتی ہے اور اس بات کا حکم اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں کو دے رکھا ہے کہ وہ اپنی رعایا پر یہ ٹیکس عائد کریں اوراس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی ۔اس لئے شرح زکوٰۃ کا انحصار ضروریات ملی پر ہے حتٰی کہ ہنگامی صورتوں میں وہ سب کچھ وصول کر سکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو، اور جب کسی ملک میں اسلامی حکومت نہ ہو تو زکوٰۃ بھی باقی نہیں رہتی۔[25] تفردات کے حاملین کا مذکورہ موقف چونکہ قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف ہے اس لئے علما محققین نے اس کا نقد پیش کیا ہے اور ناقد محققین تفردات کے حاملین کا یہ موقف کہ جب کسی جگہ اسلامی حکومت نہ رہے تو زکوٰۃ بھی باقی نہیں رہتی " اس مفروضہ کے غلط ہونے کی یہ دلیل پیش ہے کہ مکی دور میں اسلامی حکومت کا نام ونشان تک نہ تھا لیکن مکی سورتوں میں بھی مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔مثلا سورۃ معارج اور ذاریات دونوں میں مسلمانوں کو اپنے اموال سے سائل اور محروم کا حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اور یہ حکم اس وقت دیا گیا جب نہ اسلامی حکومت کا وجود تھا۔نہ عاملین زکوٰۃ کا صرف چند گنے چنے مسلمان تھے جو کفار کی سختیاں برداشت کرتے تھے اور پریشان حال تھے۔اس حالت میں بھی انہیں زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔جس سے صاف واضح ہے کہ زکوۃ کا حکم اسلامی حکومت کے وجود سے مشروط نہیں ہے۔اگر حکومت کی صورت میں حکومت کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیاگیاہے تو ایسی حکومت کی غیر موجودگی میں بھی مسلمانوں کو انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی ویسا ہی حکم ہے۔اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ جیسے اہم دینی فریضہ کو حکومت کی شرط کے ساتھ مشروط نہیں کیا۔کئی انبیاء اور ان کے امتی حکومت قائم کر ہی نہ سکے۔لیکن زکوٰۃ ان سے ساقط نہیں ہوئی[26] تفردات کے حاملین کے نزدیک چونکہ زکوٰۃ اور ٹیکس متبادل الفاظ ہیں۔ان کے اپنے الفاظ میں جو کچھ ایک اسلامی حکومت عوام سے ٹیکسوں کی صورت میں وصول کرے وہ سب کچھ زکوٰۃ ہے۔اور اسی زکوٰۃ کا نام آج کے دور میں ٹیکس ہےلہذا ہم ان دونوں چیزوں کا فرق ذرا تفصیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک ان دونوں چیزوں کی حقیقت نام،مقاصد،مصارف،نتائج ،اورمزاج کسی ایک چیز میں بھی مماثلت نہیں ہے۔[27]

کیونکہ عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں مسلمانوں سے تو زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی اور غیر مسلموں سے خراج اور جزیہ عرب کا ہمسایہ ملک ایران ایک متمدن حکومت تھی۔ایران میں زمین داروں سے جو مالیہ وصول کیا جاتا تھا اسے " خراگ " کہتے تھے ،خراج اسی سے معرب ہے اور خراگ کے علاوہ دوسرے ٹیکسوں کو گزیت کہتے تھے ، خراج کا لفظ اسی سے معرب ہے اور خراگ کے علاوہ دوسرے ٹیکسوں کو گزیت کہتے تھے۔جزیہ کا لفظ اسی سے معرب ہے گویا غیر مسلموں پر وہی ٹیکس بحال رکھے گئے جو زمانہ کے دستور کے مطابق تھے مگر مسلمانوں سے یہ ٹیکس ساقط کر دیے گئے۔اور اس کے بجائے زکوٰۃ عائد کر دی گئی۔[28] ان ٹیکسوں اور زکوٰۃ میں دوسرا فرق یہ تھا کہ زکوٰۃ کا نصاب اور شرح ہمیشہ غیر متبدل رہی جب کہ جزیہ اور خراج کی شرح میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔مثلا حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں جزیہ کی شرح ایک دینار فی کس سالانہ تھی۔اور رقم ہر بوڑھے ، بچے ، عورت ،معذور سب سے بحساب مشترکہ وصول کی جاتی تھی۔

زکوۃ سے متعلق بحث کا تجزیہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں فطری طور پر مال ودولت کی محبت کو جاگزیں کیاہے قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں پتہ چلتاہے کہ انسان مال پر حریص ثابت ہواہے،احادیث نبویہ ؐ کی روشنی میں بھی ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انسان کو اگر مال ودولت کی دووادیاں دے دی جائیں تو یہ انسان تیسری کی خو

[25] پرویز، قرآنی فیصلے،35۔

[26] کیلانی، آئینہ پرویزیت،338۔

[27] کیلانی، آئینہ پرویزیت،339۔

[28] کیلانی، آئینہ پرویزیت،339۔

اہش رکھتاہے آخر کار انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے دور نبوی ﷺ میں جب قبیلہ غامدیہ کی عورت کو زنا کے جرم میں سنگسار کیا گیا تو حضرت خالد بن ولید نے اسے ایک پتھر دے مارا۔ جس کے لگنے سے خون کے چند چھینٹے حضرت خالد بن ولید کے منہ پر پڑے، تو انہوں نے اس عورت کو گا لی دی، جس پر آپؐ نے حضرت خالد بن ولید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

مهلا یاخالد فوالذی نفسی بیده لقدتابت توبة لوتابهاصاحب مكس لغفرله[29] اے خالد !یہ کیسی بات ہے ؟اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے، اگر ایسی توبہ کوئی ٹیکس وصول کرنے والا بھی کر تا تو اس کو بھی معاف کر دیا جاتا۔

اس حدیث سے پتہ چلا ٹیکس لینے والے کا جرم کسی صورت زنا سے کم نہیں ہے ایک اور مقام پر آپؐ ارشاد فرمایا: ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا اور مشکوٰۃ میں صاحب مکس کا معنیٰ "ای من یا خذ العشرویزیدعلیہ شیئا" جو لوگوں سے عشر وصول کرتا ہے اور اس سے کچھ زیادہ بھی لیتا ہے۔ ان الفاظ کے یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ عامل یا زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد جو کچھ بطور رشوت لیتا ہے وہ مکس ہے۔ اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وصول کنندہ حکومت عشر کی شرح میں اضافہ کر دے۔ مثلاً 10 فیصد کی بجائے 15 فیصد یا 5 فیصد چاہی یا نہری کی زکوٰۃ کے بجائے 7 فیصد وصول کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکومت عشر کے علاوہ کوئی دوسرا ٹیکس بھی عائد کرے، تاہم لغت اس تیسرے مفہوم کی تائید کرتی ہے اور یہ بات بھی قرین قیاس معلو م ہوتی ہے کہ مکس کا لفظ ہی دوسری زبان میں جا کر ٹیکس بن گیا ہو، ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکس زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے ٹیکس کا نام ہے جو مسلمانوں پر عائد کیا جائے یا پھر اس اضافہ کا نام ہے جو شرح زکوۃ میں کیا جائے اور یہ ایک کبیرہ گناہ ہے[30] اسی طرح مقاصد کے اعتبار سے بھی زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق ہے۔ زکوٰۃ کے دو مقاصد بیان کئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ جو کوتاہیاں اور لغزشیں نادانستہ طور پر ہو جاتی ہیں، صدقہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ کوتاہیاں معاف فرمادیتے ہیں، اور یہ کمائی پاک اور طیب ہو جاتی ہے۔ دوسرا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ صدقہ کی ادائیگی کی وجہ سے مال کی محبت سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں کے جراثیم سے انسان کا دل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح محاصل کے لحاظ سے بھی ٹیکس اور زکوٰۃ میں فرق ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے معاشرہ کو صرف دو طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جن سے زکوٰۃ وصول کی جائے یہ لوگ اہل نصاب یا غنی ہیں، دوسرے وہ جن میں زکوٰۃ تقسیم کی جا تی ہے، یہ لوگ فقراء و مساکین ہیں۔ اصول یہ ہے کہ اہل نصاب یا اغنیاء پر زکوٰۃ کا مال خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے برعکس ٹیکس کی رقم کا بیشتر حصہ غریبوں کی جیب سے نکلتا ہے۔ اسی طرح دونوں کے مصارف میں بھی فرق ہے۔ زکوٰۃ کا سب سے بڑا اور اہم مصرف غریب طبقہ کی بنیادی ضروریات کی کفالت ہے ،جب کہ ٹیکس ملکی ضروریات کو پورا کرنے اور رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ ہوتے ہیں، گویا یہ چیزیں سب کے لئے مشترک ہوتی ہیں۔ لیکن امیر طبقہ ہی ان سے زیادہ مفاد حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً اعلیٰ تعلیم حصول یا حصول انصاف جو کسی غریب کے بس کا روگ نہیں۔ اسی طرح اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ امیر طبقہ اپنے اثر اور مسائل کی بنا پر ہر چیز سے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ گویا ٹیکس کی رقم جس کا زیادہ حصہ غرٖیب کی جیب سے نکلا تھا، امیر اس سے زیادہ فائدہ اٹھا جاتا ہے۔ لہٰذا تفردات کے حاملین کا زکوۃ کو ٹیکس کا بدل قرار دے کر ایک نہایت اہم شرعی مسئلے سے راہ فرار اختیار کرنا دین اسلام کے احکام مبین اور نصوص صریحہ سے کھلواڑ ہے تفردات کے حاملین کے پاس اپنے موقف پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

نصاب زکوۃ سے استثنٰی سے متعلق تفردات اور اس کا ناقدانہ جائزہ

اسلامی ریاست کسی حال میں بھی نہ تو زکوۃ کی ادائیگی سے مسلمانوں کو مستثنٰی قرار دے سکتی ہے اور نہ زکوۃ کے شرعی نصابات میں سے کسی قسم کی تبدیلی کی مجاز ہے کیونکہ صاحب حیثیت مسلمانوں سے شرعی نصاب کے مطابق زکوۃ کی وصولی ایسے منصوص احکام ہیں جن کو بدلنے کا کسی فرد یا ادارے کو حق حاصل نہیں ہے جب کہ تفردات رکھنے والے بعض لوگوں نے شریعت کا یہ اختیار ریاست کو دے رکھا ہے کہ ریاست جب چاہے اور جس کے لئے چاہے صاحب نصاب کو زکوۃ سے مستثنٰی بھی کر سکتی ہے اور زکوٰۃ کا نصاب بدل بھی سکتی ہے۔ ان کے نزدیک ریاست کو

29 مسلم، الصحیح المسلم، رقم: 1695۔

30 کیلانی، آئینہ پرویزیت، 341۔

یہ اختیا ر حا صل ہے کہ وہ صاحب نصا ب کو زکو ۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر سکتی ہے اور وہ حالات کی رعایت سے زکوۃ کا سارا نصاب بد ل سکتی ہے چنانچہ ان کا موقف یہ ہے کہ ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز سے مستثنی قرار دے سکتی ہے اور جن چیزوں سے زکوۃ وصول کرے ان کے لئے عام دستور کے مطابق کوئی بھی نصاب مقرر کر سکتی ہے [31] دین اسلام کی درست تعبیر و توضیح کے مطابق چونکہ زکوۃ کا حکم ایک محکم امر ہے جو صاحب نصاب پر ایک سال گزرنے کے ادا کرنا لازم اور ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت کی نصوص میں زکوۃ کی ادائیگی کا مکمل طریقہ، نصاب زکوۃ، مال و دولت، سونا چاندی، جانوروں وغیرہ پر زکوۃ کی تمام تر تفصیلات بیان کر دی گئی ہیں جس کو بدلنے یا کسی خاص فرد کے لئے اس میں تخفیف کرنے کا حق کسی مسلمان آدمی خواہ رعایا ہو یا حاکم کسی کو نہیں دیا گیا جبکہ تفردات کے حاملین نے یہ موقف اپنایا ہے کہ ریاست جب چاہے اور جس کسی کے لئے چاہے نصاب زکوۃ میں کمی و پیشی کر سکتی ہے۔ چونکہ یہ موقف آئمہ محدثین کے فہم اور قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف تھا، اس لئے اس پر علما محققین نے نقد کرتے ہوئے قرآن وسنت سے دلائل پیش کئے ہیں جن کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ تفردات کے حاملین کا یہ موقف کسی صورت لائق التفات نہیں ہے۔ چنانچہ پروفیسر محمد رفیق چودھری صاحب لکھتے ہیں:

اسلامی ریاست کسی حال میں بھی نہ تو زکوۃ کی ادائیگی سے مسلمانوں کو مستثنی قرار دے سکتی ہے اور نہ زکو ۃ کے شرعی نصابات میں سے کسی قسم کی تبدیلی کی مجاز ہے کیونکہ صاحب حیثیت مسلمانوں سے شرعی نصاب کے مطابق زکوۃ کی وصولی ایسے منصوص احکام ہیں جن کو بدلنے کا کسی فرد یا ادارے کو حق حاصل نہیں ہے۔ [32]

اگر اسلامی ریاست کو یہ اختیار حاصل ہوتا کہ وہ صاحب نصاب مسلمانوں کو زکوۃ سے مستثنی کر سکتی ہوتی تو خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق بھی مانعین زکو ۃ کو زکوۃ سے مستثنی قرار دے دیتے اور ان کے خلاف جہاد نہ کرتے تاکہ جنگ سے بچا جا سکے لیکن انہوں نے اس موقع پر اعلان فرمایا تھا کہ:

والله لا قاتلن من فرق بين الصلاة والزكاة ، فان الزكا ة حق الما ل ، والله لو منعونى عقالا كا نو ا يو دونه الى رسول الله لقاتلتهم على منعه[33]

اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جنہوں نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا حالانکہ زکوٰۃ اللہ کا حکم ہے، اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی بھی جو وہ عہد نبیؐ میں بور زکوٰۃ دیتے تھے، روکیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

حضرت ابو بکر صدیق جانتے تھے کہ اگر آج ان لوگوں کو زکوۃ سے استثنیٰ دے دیا جائے تو کل یہ لوگ دین کے دوسرے احکام میں بھی استثنیٰ مانگنا شروع کر دیں گے تو اس کے نتیجے میں نہ ریاست اسلامی رہے گی اور نہ معاشرہ اسلامی رہے گا۔

بحث کا تجزیہ

زکوٰۃ اسلام کے ارکان خمسہ میں شامل ایک اہم رکن ہے، جس کا تارک و منکر بلاشبہ کافر و مرتد ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں کافر و مشرک لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "فَإِن تابوا وَأَقاموا الصَّلوٰةَ وَءاتَوُا الزَّكوٰةَ فَإِخوٰنُكُم فِى الدّينِ"[34] "اگر وہ (کفر و شرک) سے توبہ کر لیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں" گویا امت مسلمہ میں شمولیت اور مسلم برادری کا حصہ بننے کے لئے ضروری ہے کہ کفر و شرک سے توبہ کی جائے، نماز ادا کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔ زکوۃ ایسا اہم دینی فریضہ ہے کہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے اگر کوئی صاحب نصاب

---

[31] غامدی، میزان، 353۔

[32] چودھری، فتنہ غامدیت کا علمی محاسبہ، 208۔

[33] بخاری، الصحیح البخاری، رقم: 1399۔

[34] التوبۃ9: 11۔

شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے تو حکومت وقت جبری طور پر اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کی مجاز ہے۔جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں جب بعض قبائل نے محض زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپؓ نے ان کے خلاف قتال کیا اور بعض صحابہؓ کے شبہات پر آپؓ نے فرمایا:

والله لأقاتلن من فرّق بين الصلاة والزكوٰة فإن الزكوٰة حق المال والله! لومنعوني عنا قا كانوا يؤدونها إلى رسول الله لقاتلتهم على منعها[35]

اللہ کی قسم! جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے، میں اس کے خلاف ضرور قتال کروں گا۔بلا شبہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔اور اللہ کی قسم! اگر (بالفرض) لوگ بکری کا چھوٹا بچہ جو وہ بطورِ زکوٰۃ اللہ کے رسول کو دیا کرتے تھے، مجھے دینے سے انکار کردیں تو ان کے انکار پر میں نے ان کے خلاف جنگ کروں گا۔

زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور معاشرتی سطح پر بہت سے فوائد ومصالح کی بنیاد بھی یہی نظام زکوٰۃ ہے۔مالداروں کے زائد از ضرورت مال میں سے جہاں ایک انتہائی معمولی اور متعین حصہ بطور زکوٰۃ لیا جاتا ہے وہاں یہی جمع شدہ حصص معاشرے ہی کے ان افراد کی فلاح وبہبود اور کفالت وتربیت پر صرف ہوتے ہیں۔جو نہ صرف غربت وافلاس کا شکار ہوتے ہیں بلکہ بعض دیگر وجوہات کی بنا پر معاشرے کے فعال رکن بننے سے قاصر ہوتے ہیں ۔معاشرے کے اس کمزور اور مستحق زکوٰۃ طبقہ سے اگر زکوٰۃ کی ضرورت واہمیت دریافت کی جائے تو یہ طبقہ اسلام کے نظام زکوٰۃ کو ایک بہت بڑی نعمت قرار دے گا۔جبکہ اس کے برعکس وہ طبقہ جو زکوۃ دینے کا اہل قرار پاتا ہے،اس کا نقطہ نظر اول الذکر سے کہیں مختلف ہوتا ہے۔اس لئے کہ زکوٰۃ دینے سے ان کے مال میں کمی ہوتی ہے۔جسے وہ خواہ مخواہ کی چٹی اور بارِ گراں محسوس کرتے ہیں،ایسے لوگوں کو بھی اگر یہ کہہ دیا جائے کہ زکوٰۃ فرض نہیں بلکہ مستحب ہے تو ان کی تعداد میں بھی واضح کمی پیدا ہو جائے گی۔جبکہ تفردات کے حاملین کا موقف کہ ریاست زکوۃ کے نصاب میں کمی وپیشی کی مجاز ہے یہ موقف کسی صورت درست نہ ہے کیونکہ زکوۃ دین اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے جس میں شارع کے سوا کوئی ردوبدل نہیں کر سکتا مسلمانوں کا اجماع، اور آئمہ دین کی تصریحات سے یہی بات زیادہ مناسب ہے یہی وجہ تھی کہ سیدنا ابو بکر صدیق نے زکوۃ کو روکنے اور کمی کرنے والوں کو غیر مسلم گردانتے ہوئے ان کے خلاف اعلان جہاد فرمایا۔بنیادی طور پر انسان حریص ہے اور مال سے محبت اس کی فطری کمزوریوں میں شامل ہے۔اسلام نے انسان کی اس فطری کمزوری پر قابو پانے کے لئے زکوٰۃ کو فرض کر دیا ہے،جس کا باقاعدہ اسلام نے ایک مقرر نصاب دیا ہے۔مندرجہ بالا دلائل کا منصفانہ تجزیہ کرتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ پر مفسرین کا تفردانہ موقف بے بنیاد اور اسلاف امت کے اجماعی اور اصولی موقف کے خلاف ہے جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل اس پر نہایت واضح دلیل ہے۔جو اس مسئلہ پر تفردات رکھنے والے لوگوں کی ذہنی اختراع کو ختم کر دیتی ہے۔

35 بخاری، الصحیح البخاری، رقم:1400۔